پروفیسر خالد شبیر احمد
قسط: ۵۰، آخری قسط

ورق ورق زندگی

جناب پروفیسر خالد شبیر احمد مجلس احرار اسلام کے قدیم کارکن اور اس وقت مجلس کے مرکزی نائب صدر ہیں۔ وہ سیاسیات کے استاد رہے، نصابی کتب کے علاوہ ''تاریخ محاسبۂ قادیانیت''، ''احرار، تحریک کشمیر اور قادیانیت'' ان کی معروف تصنیفات ہیں۔ اُن کے شاعری کے دو مجموعے ''خواب خواب روشنی'' (مجموعۂ غزل) اور ''حرف حرف بندگی'' (مجموعۂ نعت) بھی شائع ہو چکے ہیں۔ پروفیسر خالد شبیر احمد خاندانی احراری ہیں، احرار انھیں اپنے والد ماجد نذیر مجیدی مرحوم سے ورثہ میں ملی اور وہ بچپن سے ہی مجلس احرار سے وابستہ ہو گئے۔ انھوں نے ایک بھرپور اجتماعی زندگی گزاری، تحریک آزادی اور مجلس احرارِ اسلام کے رہنماؤں کو بہت قریب سے دیکھا اور سنا۔

ابن امیر شریعت، قائد احرار، حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری مدظلہٗ کی فرمائش اور میری درخواست پر انھوں نے اپنی آپ بیتی لکھنی شروع کی۔ ''ورق ورق زندگی'' کے عنوان سے اس کی پہلی قسط جون ۲۰۱۱ء کے شمارے میں شائع ہوئی اور موجودہ شمارے اگست ۲۰۱۵ء میں اس کی پچاسویں اور آخری قسط شائع ہو رہی ہے۔ پروفیسر صاحب کی آپ بیتی ان کے خاندانی حالات، مجلس احرار اسلام سے وابستہ یادوں، تاریخی و سیاسی واقعات، اہم قومی رہنماؤں سے یادگار ملاقاتوں، شعر و ادب اور سماجی و ثقافتی سرگرمیوں کے تذکرے سے بھرپور ہے۔ اُن کے مشاہدات و تجربات سے قارئین نے خوب استفادہ کیا۔

اللہ تعالیٰ اُن کو جزاءِ خیر دے اور صحت و سلامتی کے ساتھ رکھے۔ انھوں نے نقیبِ ختمِ نبوّت کے قارئین کے لیے بہت کچھ لکھا، اُمید ہے کہ وہ آئندہ بھی سلسلۂ تحریر جاری رکھیں گے۔ پروفیسر صاحب کے بے حد شکریے کے ساتھ آپ بیتی کی آخری قسط قارئین کی نذر ہے۔ (مدیر)

چنیوٹ میں مرکز احرار کا قیام:

ہم احراریوں کے ساتھ یہ سانحہ بھی عجیب و غریب ہے کہ ہم نے جب ۱۹۶۲ء میں جماعت کی تنظیم نو کا آغاز کیا تو ہمارے لیے ہم مسلک حضرات کی مساجد و مدارس کے دروازے اسی طرح سے بند تھے جس طرح بریلوی حضرات کی مسجدوں کے دورواز ے تبلیغی جماعت کے لیے بند ہوتے ہیں۔ یہ ایک ایسا معمہ ہے جو ہمارے اکابر پر بھی وَا نہ ہوا۔ اور نہ ہی ہم پر آج تک وا ہو سکا ہے۔ اس کا علاج تو پھر محسن احرار مولانا سید عطاء المحسن بخاری رحمتہ اللہ علیہ نے یہی سوچا اور کہا کہ آپ اپنے ادارے بنائیں اور ہر ادارے میں جہاں جماعت مضبوط ہو ایک اپنی مسجد بھی ہونی چاہیے پھر جماعت کی

کوششوں سے یہی ہوا کہ ہم نے تقریباً ہر ایسے شہر میں ادارے بنائے جہاں جماعت مضبوط ہے۔ مساجد بھی ہیں، قرآن پاک کی تعلیم کا اہتمام ہے اور احرار کے دفاتر بھی ہیں۔ ملتان، چیچہ وطنی، چناب نگر، چنیوٹ، گجرات، تلہ گنگ اور لاہور خاص طور پر اس حوالے سے قابل ذکر ہیں۔ چنیوٹ شہر میں ایک مدت سے اس کمی کو محسوس کیا جا رہا تھا کہ یہاں پر بھی ایک ایسا مرکز ہونا چاہیے۔ پاکستان کے قیام سے پہلے تو شاہی مسجد کے زیر سایہ شاہی منڈی کے ایک کونے میں ایک چھوٹا سا کمرہ مجلس احرارِ اسلام کا مرکز تھا۔ لیکن کام اس لیے چلتا رہا کہ رات کو پوری شاہی منڈی احرار کا دفتر ہوتی تھی اور تمام رضا کار اس منڈی میں اکٹھے ہوتے اور وہیں پر صلاح مشورے ہوتے اور پھر رضا کار اسی منڈی میں پریڈ بھی کرتے یہیں احرار اسلام کے جلسے ہوا کرتے۔ شہر کی آبادی کم تھی، منڈی میں اتنی جگہ تھی کہ اس وقت بڑے جلسے بآسانی اس جگہ پر ہو جاتے تھے۔ امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ یہاں عوام سے خطاب فرمایا کرتے۔ جب ۱۹۶۲ء میں احرار سے پابندی اٹھائی گئی تو پھر چنیوٹ میں مولانا سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی تحریک پر جماعت نے اسی شاہی مسجد کے شمالی دروازے کے بالکل سامنے بازار میں ایک عمارت کے اوپر والے حصوں کو کرائے پر لیا اور یہ احرار اسلام کے دفتر کے طور پر جماعت کی مرکزیت کا باعث بنا رہا۔ ایک کمرہ، کمرے کے آگے چھوٹا سا صحن اور ساتھ ہی غسل خانہ اس دفتر میں اکثر مولانا سید عطاء المحسن بخاری، سید عطاء المومن بخاری اور پھر بعد میں پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری آتے اور رضا کاروں سے ملاقات ہوتی۔ چند برسوں تک یہ دفتر کام دیتا رہا اور جماعتی نظم کی تقویت کا باعث بنا رہا۔ لیکن بعد میں چھوڑنا پڑا۔ اب شہر میں کوئی دفتر نہیں تھا۔ جس کا رضا کاروں سے لے کر جماعت کے رہنماؤں تک سب کو شدت سے احساس تھا۔

بالآخر میری معلومات کے مطابق ۱۹۹۸ء میں ایک قطعہ زمین ابن امیر شریعت حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری مدظلہٗ کی محنت و کوشش سے میسر آ گیا اور مارچ ۱۹۹۸ء میں محسنِ احرار مولانا سید عطاء المحسن بخاری رحمہ اللہ نے یہاں مرکز احرار کا سنگ بنیاد رکھا۔ یہ جگہ سرگودھا روڈ پر دریائے چناب کی طرف جاتے ہوئے بائیں ہاتھ کو اور آتے ہوئے دائیں ہاتھ کو سڑک کے کنارے چنیوٹ کے پرانے اڈے سے تقریباً ایک ڈیڑھ میل کے فاصلے پر ہے۔ علاقہ بخاری ٹاؤن ہے اور یہاں پر جو مسجد تعمیر کی گئی ہے اسے مدنی مسجد کا نام دیا گیا ہے۔

یہ قطعہ سطح زمین سے بہت ہی نیچے تھا۔ باہمی مشاورت سے فیصلہ کیا گیا کہ یہاں ایک بڑا کمرہ بنایا جائے۔ اس لیے کہ اگر مٹی سے بھرتی ڈال کر اسے سطح زمین کے برابر کیا جائے گا تو پھر خرچہ زیادہ ہوگا۔ جب یہ کمرہ تعمیر ہو گیا تو وہ کمرہ نہیں تھا بلکہ بہت بڑا ہال بن گیا۔ یہاں پانچ وقت کی نماز ادا کی جاتی، جمعہ کی نماز ادا ہوتی اور بچوں کو قرآن پڑھانے کا کام بھی یہیں پر ہوتا رہا۔ اس طرح چنیوٹ میں یہ مرکز کا آغاز تھا۔ بعد میں پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری مدظلہ کی محنت اور

مساعی سے مرکز مکمل ہوا۔ مجھے یاد ہے کہ اسی ہال کے اوپر مسجد کا سنگ بنیاد پیر جی نے ہی رکھا۔ میں اس وقت ان کے ساتھ کھڑا تھا کہنے لگے آؤ تم بھی میرے ساتھ ہاتھ ملا کر اس میں شامل ہو جاؤ۔ جس کے بعد پیر جی نے انتہائی خلوص کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی اور پھر چند برسوں میں یہ مسجد مکمل ہوگئی۔ زیب و زینت اور چند چھوٹے چھوٹے کام باقی ہیں۔ ہال کے آگے برآمدہ، برآمدہ کے باہر صحن، مسجد سے ملحقہ زمین خرید کر مدرس و امام کے لیے رہائشی مکان تعمیر کیا اس کے علاوہ احرار کارکنوں نے بھی ملحقہ پلاٹ خرید کر مسجد کے ساتھ اپنے مکانات تعمیر کیے۔ مسجد کے مرکزی دروازے کے اوپر ایک کمرہ خاص طور بنایا گیا ہے جہاں کارکنوں کے اجلاس ہوتے ہیں۔ نیچے ہال میں بھی قرآن پاک پڑھانے کا اہتمام ہے۔ قاری شاہد صاحب اور مولوی طیب صاحب ایک عرصے سے یہ کام سرانجام دے رہے ہیں۔ جمعہ اور نمازیں پڑھانے کے لیے مولانا محمد طیب صاحب مسجد سے ملحقہ مکان میں ہی رہائش پذیر ہیں۔ مجھے بھی کئی مرتبہ وہاں نماز پڑھنے اور جمعہ پڑھنے کا اتفاق ہوا ہے۔ نمازوں میں اچھی خاصی رونق ہوتی ہے۔ جماعت کے جلسے بھی اسی مسجد میں ہوتے ہیں۔ خاص طور پر پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری ہر مہینے کا پہلا جمعہ خود پڑھاتے ہیں۔ اس دن شہر کے علاوہ دوسرے شہروں اور علاقوں کے لوگ انھیں سننے کے لیے کثیر تعداد میں آتے ہیں۔ مسجد میں ہر طرح کا انتظام مکمل ہے۔ جرنیٹر بوقت ضرورت کام کرتا ہے۔ غرضیکہ اب ہر لحاظ سے یہ ایک مکمل مرکز ہے۔ ضرورت تھی کہ چناب نگر کے ساتھ چنیوٹ میں بھی ایک مضبوط احرار مرکز ہو جو لوگوں کو قادیانیت کے اصل خدوخال سے متعارف کرا سکے۔ پھر چنیوٹ شہر میں جماعت احرار کی تاریخی حیثیت بھی اس کی متقاضی تھی اس کا سارا کریڈٹ حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری مدظلہٗ کو جاتا ہے جنھوں نے انتہائی محنت کے ساتھ اسے تکمیل کے مراحل تک پہنچایا۔ انھیں نامساعدہ حالات کا مقابلہ کرنا آتا ہے۔ وہ ایسی صلاحیتوں کے مالک ہیں کہ جنہیں بروئے کار لا کر کارہائے نمایاں سرانجام دیے جاتے ہیں۔ وہ جب کاوش کو دُھن کی صورت دے کر مرہونِ تگ و ناز ہوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان پر اپنے کرم کے دروازے کھول دیتا ہے۔ انھیں جماعت سے عشق ہی نہیں بلکہ جنوں ہے اور یہ ان میں وافر موجود ہے۔ کسی شاعر نے عقل، عشق اور جنون کے درمیان فرق کو بڑے اچھے انداز میں پیش کیا ہے

عقل جب ہوش سنبھالے تو بنے جذبۂ عشق عشق جب رنگ پہ آتا ہے جنوں ہوتا ہے

اسی طرح حفیظ جالندھری کا ایک شعر ہے۔

پروازِ خرد کیا ہے، میری پست خیالی اے ہمت عالی، مجھے دیوانہ بنا دے

اللہ تعالیٰ تا دیر حضرت پیر جی کا سایہ ہمارے سروں پر قائم رکھے اور انھیں مزید توفیق عطا فرمائے کہ جماعت کی ترقی و بہتری کے لیے اپنی خدمات انجام دیتے رہیں۔ حضرت امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ کا یہ کارواں، راہ حق و صداقت پر

جوان جذبوں کے ساتھ رواں دواں رہے۔ان شاءاللہ کاروانِ احرار اسی طرح رواں دواں رہے گا۔اگر امیر جماعت بڑھاپے کی سطح پہ آ گئے ہیں تو ان کی جوانی ان کے بیٹے سید عطاء المنان بخاری کی صورت میں لوٹ آئی ہے اور سید کفیل بخاری کے بیٹے بھی ایک دن آگے بڑھ کر اس جماعت کے لیے سرگرم کار ہونگے ،سید کفیل بخاری نے اپنے بیٹے کا نام ''سید عطاءالمحسن ''ایسے تو نہیں رکھا ان کے ذہن میں بھی یہی بات موجود ہے۔احرار کا یہ جذبۂ حریت نئی نسل میں منتقل ہو رہا ہے میں اب بوڑھا ہو چکا ہوں تو میرا پوتا طلحہ شبیر تحریک طلباء اسلام کے ساتھ وابستہ ہے اسی طرح احرار کے موجودہ سیکرٹری جنرل عبداللطیف خالد چیمہ نے پوری زندگی جماعت احرار پر قربان کردی ہے تو ان کا بیٹا قاسم چیمہ اس وقت تحریک طلباء اسلام کا صدر ہے۔میاں محمد اویس، ڈاکٹر محمد عمر فاروق، مولانا تنویرالحسن، مولانا محمد مغیرہ، مفتی صبیح الحسن جیسے عالم وفاضل اور دیگر کئی نوجوان مستقبل میں جماعت احرار کی رہنمائی و قیادت کے لیے اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے موجود ہیں اور کہہ رہے ہیں

یہی دل کا تقاضہ ہے سدا محوِ سفر رہنا ۔۔۔ نہیں آتا مجھے کوئی بنا کے مستقر رہنا
دلِ مضطر سدا اہلِ جنوں کے سنگ سنگ چلنا ۔۔۔ نگاہِ فقر و مستی میں تمہیں ہے معتبر رہنا
سراپا رہنِ مستی ہوں مجھے یہ گُر بھی آتا ہے ۔۔۔ ہوس کے تپتے صحرا میں باندازِ دِگر رہنا

چنیوٹ میں میرے شب و روز:

زندگی کے اس آخری مرحلے میں عموماً گھر پر ہی رہتا ہوں۔صبح کے وقت دو چار گھنٹے کچھ پڑھتا ہوں یا پھر لکھتا ہوں۔ہم پروفیسر لوگ فطرتاً تن آسان ہوتے ہیں۔صرف لکھ سکتے ہیں یا بول سکتے اور کسی کام کے نہیں ہوتے۔یہ تو اللہ تعالیٰ کا کرم اور جماعت احرار سے وابستگی کا صلہ ہے کہ بہت کچھ لکھا ہے۔کئی کتابوں کا مصنف ہوں جس میں کچھ نصابی ہیں اور کچھ ایسی جو ردِقادیانیت کے موضوع پر لکھی گئیں ہیں۔''تاریخ محاسبۂ قادیانیت، اقبال اور قادیانیت، احرار، تحریک کشمیر اور قادیانیت''اسلام اور اقتدار اعلیٰ''اور اب نعتوں کا مجموعہ''حرف حرف بندگی''کے نام سے جناب کفیل بخاری کے تعاون سے منصۂ شہود پر آ چکا ہے۔اس سے پہلے شاعری میں غزلوں کا مجموعہ بھی''خواب خواب روشنی''کے نام سے شائع ہوا۔اردو غزلوں کی دوسری کتاب زیرِ تکمیل ہے۔آج کل ایک صاحب میری شاعری پر ایم۔فل کی تیاری کر رہے ہیں۔گھر میں ہی رہتا ہوں۔دوستوں کا ایک حلقہ میرے گھر پر ہی آ جاتا ہے اور محفلیں جمتی ہیں ان میں کچھ دینی مدارس سے متعلق علماء بھی ہیں۔چند نام خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔عادل یزدانی، حبیب الرحمٰن، سمیع عمران، جناب اللہ دتہ صاحب، عبدالواہاب، مولانا عمیر صاحب، حامد حبیب، مولانا شاہد صاحب اور مولانا عرفان صاحب سے عموماً دینی موضوعات پر گفتگو ہوتی ہے

تذکرۂ سیرت، اصحاب رضوان اللہ تعالیٰ علیہم، حدیث وفقہ، صوفیائے عظام، اولیائے کرام، تاریخ وسیاست اور ملک کے سیاسی حالات پر بھی گفتگو ہوتی ہے۔ یہ بھی اللہ کا کرم ہے کہ میں جب باہر جا کر دوستوں کو ملنے کے قابل نہیں رہا تو اب چند دوست میرے گھر آ جاتے ہیں اور محفل جمتی ہے۔ امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ دوستوں کے بغیر تو میرا دم گھٹتا ہے۔ میرا بھی یہی حال ہے۔ دوست آ جاتے ہیں تو دل ودماغ تازہ ہو جاتے ہیں۔ میں نے ان سے کہہ رکھا ہے کہ ایک آدھ گھنٹے کے لیے نہیں کم از کم تین گھنٹوں کی نشست ہونی چاہیے۔ دوستوں کے بغیر مجھے یوں محسوس ہوتا ہے کہ......

کبھی تو اپنے ہی در پہ میں آپ دستک دوں　　　اور کہوں بھی آپ کہ آؤ کوئی بھی گھر میں نہیں

ورق ورق زندگی کا سلسلہ بھی ختم ہوا۔ میں نے اپنی طرف سے کوشش کی ہے کہ قارئین کی دلچسپی برقرار رہے، کہاں تک اس میں کامیاب رہا، کچھ نہیں کہہ سکتا۔ یہ تو کئی حضرات کی خواہش تھی مگر میں ٹالتا رہا۔ آخر جناب سید کفیل بخاری کے حکم کی تعمیل کرنا پڑی۔ کئی شہروں سے قارئین کے فون آتے رہے اور وہ دلچسپی کا اظہار کرتے رہے۔ میں نے کوشش کی کہ مجلس احرار کے متعلق کچھ ایسے واقعات ضبط تحریر میں آ جائیں جو ابھی تک نہیں آئے تا کہ نئی نسل ان حالات وواقعات اور حرار کی ملی خدمات سے متعارف ہو سکے۔ اگر اسے کتابی شکل میں محفوظ کر لیا جائے تو مجھے خوشی ہوگی کہ میری محنت کام آئی۔

اب تو میں لکھ لکھ کر تھک سا گیا ہوں۔ بینائی کمزور ہو گئی ہے اور ہاتھ بھی تھکے تھکے محسوس ہوتے ہیں۔ ایک دفعہ ملتان میں پروفیسر محمود قریشی مرحوم کے ساتھ سید محمد معاویہ بخاری صاحب سے ان کے گھر پر ملاقات ہوئی تو انھوں نے فرمائش کی کہ ماہنامہ ''الاحرار'' کے لیے مسلسل کچھ لکھا کریں۔ آپ کا میرے والد محترم کے ساتھ جو تعلق رہا ہے اس لحاظ سے بھی آپ کا فرض ہے کہ میرے ساتھ تعاون کریں۔ چنانچہ ان کی اس خواہش کے مطابق ۲۰۰۲ء سے مسلسل لکھ رہا ہوں۔ اور ان شاء اللہ جب تک زندگی رہے گی۔ ''نقیب ختم نبوت'' اور ''الاحرار'' کے لیے لکھتا رہوں گا۔

اپنی زندگی پر بہت خوش ہوں، اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک بہتر اور آسودہ زندگی دی جس میں عافیت ہی عافیت ہے۔ اب تو میں اکثر یہ دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھ پر راضی ہو جائے جس نے اپنے صالح بندوں میں بیٹھنے کا موقع عطا فرمایا اور یہ ان بڑے لوگوں کا ہی فیض ہے کہ کچھ لکھ سکتا ہوں۔ سید ابوذر بخاری رحمۃ اللہ علیہ خاص طور پر کہ انھوں نے ہی مجھے لکھنے کی تلقین وترغیب دی وہ اس بات پر شدید اصرار کرتے کہ تم لکھا کرو، تم میں لکھنے کی صلاحیت ہے، کہا کرتے تھے کہ تمہارے اندر ایک شاعر بھی موجود ہے جو ایک دن ظاہر ہوگا۔ آج زندہ ہوتے تو خوش ہوتے۔

جانشین امیر شریعت سید ابوذر بخاری کا خواب:

مجھے یاد ہے کہ ایک دفعہ انھوں نے مجھے یہ کہا تھا کہ آج خواب میں

’’میں نے دیکھا کہ تم ایک خوبصورت طشتری میں کوئی انتہائی چمکدار اور
روشن چیز مجھے تحفے میں دے رہے ہو۔ وہ اتنی روشن تھی کہ میری آنکھوں
میں ہی نہیں میرے دل ودماغ میں بھی روشنی سی محسوس ہوئی‘‘

میں نے مسکرا کر کہا پھر آپ نے یہ تحفہ قبول کیا کہ نہیں، تو کہنے لگے بہ صدق دل قبول کیا۔ اب میں سوچتا ہوں کہ شاید یہ تحریر جو میں نے ’’ورق ورق زندگی‘‘ کی صورت میں ضبط کی ہے یا پھر میری وہ کتابیں جو میں نے ردِقادیانیت میں تحریر کیں ہیں یہی وہ روشن اور چمکدار چیز ہے جو انھیں میری طرف سے خواب میں پیش کی گئی۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور مجھے مجلس احرار اسلام کی خدمت کی مزید توفیق دے کہ میں جو کچھ ہوں مجلس احرار کی وجہ سے ہی ہوں۔ ورنہ میں کیا تھا اور کیا ہوں

ہے فقط ان کی نظر کا اعجاز
ورنہ شبیر میں کیا تھا پہلے

اپنے بارے میں چند شعر میرے ہی ہیں انھی پہ یہ کہانی ختم کرتا ہوں۔ اسے شاعرانہ تعلّی بھی کہہ سکتے ہیں کسی حد تک اس میں حقیقت بھی مضمر ہے۔

حق گو ہوں، حق شناس ہوں، حق کا نقیب ہوں
میں ان کا شوق ہوں کیا خوش نصیب ہوں
قلب و نظر میں میرے ہے آتش جنون کی!
حرفوں میں آگ بھرتا ہوں ایسا خطیب ہوں
دل پتھروں کے جس کی نوا سے ہوئے ہیں شق
میں داستانِ درد کا وہ عندلیب ہوں
لفظوں کو چہرہ دیتا ہوں میں لوحِ شوق پر
خونِ جگر سے لکھتا ہوں میں وہ ادیب ہوں
خالدؔ آشفتہ سر ہوں، رسوا ہوں شہر شہر
بد نام گرچہ میں ہوا لیکن نجیب ہوں

(ختم شد)

☆......☆......☆

ملے گا منزلِ مقصود کا اُسی کو سراغ
اندھیر شب میں ہے چیتے کی آنکھ جس کا چراغ
میسر آتی ہے فرصت فقط غلاموں کو
نہیں ہے بندۂ حُر کے لیے جہاں میں فراغ
فروغِ مغربیاں خیرہ کر رہا ہے تجھے
تری نظر کا نگہباں ہو صاحبِ مازاغ ﷺ
علامہ محمد اقبال رحمہ اللہ